© rasailojaraid.com

بھی ہمارے اعلیٰ درجہ کے سیاستدان مثلاً سابقہ وزیراعظم جناب ظفراللہ جمالی اور سابق صدر فاروق لغاری اپنے گھروں میں اسلام کا حکم پردہ برقرار رکھے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی بیگمات کو اپنی پبلک لائف سے الگ رکھتے ہیں۔ جناح کے پاکستان میں ہزاروں نہیں، لاکھوں کی تعداد ایسی ایسی عفت مآب مستورات موجود ہیں جن کے سروپا پر غیر محرم چھوڑ، چشم فلک بھی نہ پڑی ہوگی۔ پھر کوئی کیسے کہہ سکتا ہے کہ جدید ترکیہ کا اتاترک کی ماڈل ہمارا آئیڈیل بھی ہو سکتا ہے۔ وہاں اذان پر پابندی اور یہاں الحمدللہ جب اذانیں شروع ہوتی ہیں اور فضائیں صدائے اللہ اکبر سے معمور ہوتی ہیں تو پتہ چل جاتا ہے کہ اسلام زندہ ہے۔ علمائے اسلام کی مساعی جمیلہ سے ملک کے طول وعرض میں دینی مدارس پھیلے ہوئے ہیں جہاں سے کثیر تعداد میں علمائے اسلام فارغ ہو کر نکل رہے ہیں جبکہ ترکیا میں نام کو بھی کوئی دینی مدرسہ نہیں ملتا۔

ہمارا نظریہ پاکستان، جس کے خالق اقبال اور جناح ہیں، وہ پڑھ لو، ہمارے آئین میں قرارداد مقاصد کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اقبال اور جناح کا نظریہ پاکستان، محمد عربی ﷺ کے نظریہ اسلام کی ہو بہو تصویر ہے۔ ہمارا آئین اسی نظریہ نیابت الٰہیہ کے چارٹر کا عکس ہے جو حضور اقدسؐ نے ہمیں عطا فرمایا تھا۔ ہماری محبتوں، عقیدتوں اور وفاؤں کے مراکز مکہ و مدینہ ہیں۔ ہمارا کعبہ مکہ میں ہے، ترکستان میں نہیں ہے۔ ہمارے قائداعظم نے محمد بن قاسم سے لے کر احمد شاہ ابدالی تک کے تمام مسلم کشور کشاؤں اور مجاہدوں کے جہاد کے ثمرات کو برصغیر میں ایک مستقل اسلامی ریاست میں منتقل کر دیا۔ فاتحین عالم نے تاریخ کے رخ موڑے ہیں مگر ہمارے قائد نے پاکستان قائم کر کے برصغیر کا جغرافیہ بدل دیا۔ ہمارا پرچم سبز ہلالی ہے۔ ہلال و اسلام کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ اسلام کا کیلنڈر ہلال سے شمار ماہ و سال کرتا ہے۔ قائداعظم نے پاک پرچم کیلئے ہلال کو پسند فرما کر ہمیں بتا دیا کہ تمہارے شب و روز ہلال کے اسلامی حساب کے تابع ہوں گے۔

پاکستان پر بھی غور کرلیں کہ انھوں نے پاک وطن اس کا نام رکھا۔ کیا اب بھی کوئی شک رہ جاتا ہے کہ ہمارے قائد کی مصطفیٰ کمال سے کوئی فکری ہم آہنگی نہ تھی۔ وہ اسلام اور اسلامی شعائر کو رجعت سمجھ کر مسترد کرتا ہے جبکہ ہمارا قائد پاکستان اس لئے حاصل کرتا ہے کہ اس میں مسلمان اپنے دین و مذہب کے جمہوری اصولوں کے تحت زندگی گزارنے کے قابل ہوسکیں۔ قائداعظم اسلام کو دس کروڑ اسلامیانِ ہند کے وجود کی دلیل اور اسلامی طرز حیات کو ان کے اقبال کی ضمانت کہتے تھے اور اسی لئے حفیظ جالندھری نے اس مملکت کو پاک سرزمین کہا اور پرچم ستارہ و ہلال کو سایہ خدائے ذوالجلال کہا۔

اسلام، اقبال، قائداعظم، نظریہ پاکستان، قرارداد مقاصد اور آئین پاکستان کی روحِ رواں ہے۔ ہمیں ترکیہ کے دستور و آئین میں جو اتاترک نے مرتب کیا تھا، اسلام کی اسپرٹ نکال کر دکھا دیں تو ہم مان جائیں گے کہ ترکیہ کا اسلام کوئی آئیڈیل بھی ہے۔ ترکیہ اپنے معاملات، سیکولر انداز میں چلاتا ہے اور وہاں کی پارلیمنٹ یورپی طرز پر مادر پدر آزاد قانون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یورپی اسلامی تہذیب پر منفی اثرات مرتب ہوئے جو اس پر قائم تھی۔ تمام عالم اسلام اس فیصلے سے بری طرح متاثر ہوئے۔ ہمیں افسوس ہے کہ اتاترک اتنی پیش پا افتادہ حقیقت کا ادراک نہ کر سکا کہ یورپ کی مادی ترقی، اہل یورپ کی عریانی میں نہیں، بلکہ سائنسی اور مشینی علم وفنون پر ان کی دسترس اور قدرت میں ہے۔

ادھر اقبال کو دیکھئے کہ انھیں اپنے ثقافتی اور علمی ورثہ سے کس قدر محبت ہے۔ یہ ورثہ عربی زبان میں محفوظ ہے۔ مسلمانوں پر زوال آیا تو وہ اس عظیم علمی سرمایہ سے لاتعلق ہو گئے۔ ان کی عدم توجہی کی وجہ سے دانش وحکمت کے یہ بیش بہا خزائن بھی اقوام مغرب اٹھا کر لے گئیں۔ اقبال نے یورپ کے کتب خانوں میں مسلم مفکرین اور مصنفین کے یہ نادر علمی شاہکار اور شاہ پارے دیکھے تو رو دیئے:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی ۔۔۔ جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

ادھر اتاترک نے عربی زبان ورسم الخط کو ملک بدر کر دیا۔ وہ اپنی قوم کے سامنے تہذیب فرنگ کا نمونہ رکھتے ہیں۔ جبکہ اقبالؒ اپنے عروج کا راز اسلام اور اسلامی تہذیب کے احیا میں پاتے ہیں۔ وہ نوجوانانِ اسلام کے سامنے وہ گردوں پیش کرتے ہیں جو کبھی صحابہؓ کے وجود مسعود سے جگمگاتا تھا اور ہمارے جناح اسی اقبال کی فکری راہنمائی میں، ملت اسلامیہ ہند کی قیادت کرتے ہوئے اسی منزل کی طرف رواں ہوتے ہیں جو رسول کریم ﷺ نے مقرر فرمائی تھی۔ علامہ اقبال اور قائد نے پاکستان کے متعلق واضح طور پر ایک سے زیادہ مواقع پر اپنی تحاریر وتقاریر میں بتا دیا تھا کہ یہ مملکت خداداد مسلمانوں کی صرف نیشنل سٹیٹ نہ ہوگی، جہاں وہ سیاسی آزادی واستقلال کے حصول کے بعد کوئی سیکولر حکومت قائم کریں گے۔ علامہ صاحب کے ہاں جدید یا جدت یہ نہیں کہ قرآنی مفاہیم کو بدل کر انھیں مغربی تہذیب کی منکرات پر چسپاں کرتے ہوئے ان کا جواز فراہم کیا جائے۔ بلکہ وہ اس طرز فکر کی تردید کرتے ہیں اور اسلام کو انھی تشریحات کے ساتھ من وعن قبول کرنے کے داعی ہیں جو حضور اقدس ﷺ نے کر دی ہوئی ہیں:

خود نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں ۔۔۔ ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

اتاترک نے یہ دھوکا کھایا کہ اسلام اور اس کے احکام وغیرہ ترقی کی رکاوٹیں ہیں چنانچہ خلافت کا جھٹکا کرنے کے بعد اس نے اسلام کے حکم پردہ پر ہاتھ صاف کیا۔ اس نے انقرہ کے ایک چوک میں تقریب منعقد کر کے، برقعہ جلایا اور اعلان کیا کہ اس دن کے بعد کوئی ترک عورت پردہ نہ کرے گی۔ اتاترک اور جنرل عصمت انونو نے ترکی کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اسلامی تشخص کو مٹانے کیلئے بھی منصوبہ بندی کی اور سیکولرازم کے تحفظ کی خاطر ترک فوج میں سیکولرازم کا نظریہ پختہ کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی ترکیہ میں کوئی اسلامی تحریک سر اٹھاتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

،ترک فوج اسے کچل کر رکھ دیتی ہے۔عورتوں پر پردہ ممنوع کرنے کے بعد مردوں کیلئے انگریزی لباس لازمی کر دیا
ترکی ٹوپی کا استعمال بھی روک دیا۔ترک سوسائٹی کو ہر لحاظ سے Englicise کرنے کی ہر تدبیر کی۔

عثمانی ترکوں نے اسلام کو ایسے وقت میں اپنی خدمات پیش کیں۔ جب واقعی باطل اس کا وجود مٹانے پر تلا بیٹھا تھا۔انھوں نے نئے سرے سے خلافت اسلام کا پرچم بلند کیا۔انھوں نے اتنی زبردست حکومت قائم کی کہ یورپ ان سے تھرتھراتا تھا یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ عالم کی سیاسی عقیدتوں اور محبت کا مرجع ترکی ہی تھا۔افغانستان اور ہندوستان کے مسلمان حکمران اپنی اپنی حکومتوں کی توثیق ترکیہ کے خلیفہ اسلام سے کراتے تھے۔مگر اسی ترکیہ میں اتاترک نے اذان دینے پر پابندی لگا دی اور دینی مدارس حکماً بند کرا دیئے۔یوں اتاترک اور اس کے دست راست جنرل عصمت انونو نے اسلام اور شعائر اسلام پر کاری ضرب لگائی۔اس لئے یہ کہنا کہ جدید ترکیہ کے بانی جناب اتاترک ہمارے اقبال اور جناح سے بھی کوئی مماثلت رکھتے تھے اور جدید ترکیہ میں اسلام کی مرجعہ صورت علامہ اقبال اور قائداعظم کے تصور پاکستان اور پاکستان میں اسلام کے مقام سے کوئی میل کھاتی ہے، بہت بڑی بھول ہے۔البتہ ان تمام اقدامات کے بعد بھی ترکیہ کے عوام اور خصوصاً جو شہری مراکز سے دور دیہات میں آباد ہیں اور اتاترک کی برانڈ اسلام سے قدرے کم متاثر ہیں۔کسی نہ کسی طور پر اسلام سے اپنا رشتہ نباہ رہے ہیں۔

مصطفیٰ کمال اتاترک نے اسلام کی زبان یعنی عربی اور عربی رسم الخط کو محو کرنے کیلئے بھرپور جدوجہد کی اس کا اندازہ اس امر سے کر لیں کہ وہ تختہ سیاہ اپنی کمر پر اٹھائے ملک کے دور دراز علاقوں میں چلے جاتے۔اہل دیہہ کو چوپال میں جمع کر لیتے اور انھیں رومن حروف تہجی سکھاتے۔جبکہ ہمارے قائد نے تحریک پاکستان کے دوران ہی اردو کو مسلمانانِ ہند کی زبان قرار دیا اور اسے پاکستان کی قومی زبان قرار دیا۔عربی اور فارسی کے بعد اردو اسلام کے علمی سرمایہ کی تیسری بڑی محافظ زبان ہے۔اردو کو بنت عربی کہیں تو بجا ہوگا۔اس کا سرمایہ لغات یعنی Vocabulary عربی اور فارسی سے معمور ہے۔یہ عربی کی طرح ہی دائیں طرف سے شروع ہوتی ہے۔ہمارے قائد کی اردو کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ان کی اپنی تعلیم سراسر انگریزی کی مرہون منت تھی۔مگر اس سب کچھ کے باوجود، وہ اپنی قومی زبان کے درپے نہ ہوئے بلکہ اسے ملک کی قومی اور دفتری زبان کا درجہ دیا۔گویا آپ اقبال ہی کی طرح، گیسوئے اردو کے گرفتار تھے اور اسی کو ملت اسلامیہ ہندوستان کی زبان کہتے تھے۔اگر انھیں انگریزی سے محبت ہوتی تو وہ بڑی آسانی سے اردو کو پس پشت ڈال سکتے تھے۔اگر وہ ایسا کرتے تو پاکستان کی بیوروکریسی ،جو انگریز آقاؤں کی معنوی غلام تھی اور ان کے جانے کے بعد ان کی وارث تھی اور جو آج بھی اردو دشمنی سے باز نہیں ہے، بڑی آسانی سے قائداعظم کی ہاں میں ہاں ملا کر اردو کو سرکار دربار سے ہمیشہ کیلئے دھتکار دیتی۔مگر انھوں نے اردو کو اس کا جائز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحابہ کرامؓ غیر ملکی سرمایہ کاری کیلئے ہاتھ نہ جوڑتے پھرتے تھے بلکہ مغانم کثیرہ کے ڈھیر مسجد نبوی میں ہر روز لگتے تھے۔ لوٹے مصلے سے محبت کریں یہ ہمارے تمہارے اسلام کی پہچان ہے۔ اپنی پہچان کو قائم رکھیں تو پھر ہمیں تمہیں ولائت اور امریکہ کے پرمٹ حاصل کرنے کیلئے ان کے سفارت خانوں میں رسوانہ ہونا پڑے گا۔ جتنی دیر تم ان سفارت خانوں میں کھڑے رہتے ہو اور دھکے کھاتے ہو، اگر اس کے مقابلے میں سوگنا کم وقت لوٹے مصلے کی دنیا میں کھڑے رہو تو تمہارا رب تمہیں بادشاہ بنا دے گا۔ ایک رزق وہ ہے جس کی تلاش میں تم پھرتے ہو اور دوسرا وہ ہے جو تمہاری تلاش میں پھرتا ہے۔ اول الذکر احتیاج ہے اور ثانی الذکر غنا ہے۔ لوٹے سے طہارت حاصل کرو اور مصلے پر نماز پڑھو۔ پھر دیکھو تم کیا سے کیا ہو جاتے ہو۔ تم نے دولت کمانے کی خاطر کیا کیا پاپڑ نہ بیلے مگر دولت پالینے کے بعد بھی تمہیں امامت سے محروم کر دیا گیا۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ عالمی وقار کی ترازو میں ایک غریب امریکی کا وزن زیادہ ہے یا دولت مند مسلمان کا؟ نشہ باز اور منشیات کے بیوپاری تو مسلّم طور پر ذلیل ترین لوگ ہیں لیکن امریکی نشہ باز دنیا کے کسی خطے میں پکڑا جائے، امریکہ اسے چھڑا کر لے جاتا ہے کیونکہ وہ امریکی شہری ہے اور نشہ باز ہونے کے باوجود اتنا باوقار اور اتنا معزز ہے کہ کوئی ملک اسے سزا نہیں دے سکتا۔ کیا تم اپنے کسی دولت مند نشہ باز کو اس لئے امریکہ سے مانگ سکتے ہو کہ وہ پاکستانی شہری ہے؟ سو ہمارا وقار دولت میں نہیں، لوٹے مصلے میں ہے۔ لوٹے برتو، مصلے پر نماز پڑھو۔ اللہ کا فضل تلاش کرو، دولت خود تمہارے قدموں میں آ جائے گی۔

بعض اشرار ان نفوسِ قدسیہ کو حقیر کہتے ہیں جن کی زندگیاں لوٹے مصلے کے گرد گھومتی ہیں۔ یہ تحقیر ایک خاص غرض سے کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پورے سسٹم کو نکو بنا دیا جائے جو لوٹے مصلے کا علمبردار ہے۔ یہ لوگ اس علم کو لوٹے مصلے کا علم کہہ کر تحقیر کرتے ہیں جو مسائل وضو اور احکام نماز سے تعلق رکھتا ہے اور جو علماء اس علم کی تبلیغ کرتے اور تعلیم دیتے ہیں، ان کے علم کو محدود اور انھیں جدید زمانہ کے سائنسی، عمرانی و سیاسی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کی لیاقت سے محروم کہتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نماز سے معراج عطا کرتا ہے اور نماز طہارت سے ہے اور اگر ہم وہ معراج پالیں تو کیا سیاسیات، عمرانیات اور طبیعات اس آفاقی معراج کی حدود سے باہر ہیں؟

رئیس الجامعہ کی جامعہ رحمانیہ کانفرنس فاروق آباد میں شرکت

مورخہ 2 مارچ بروز جمعرات رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر صاحب نے حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی صاحب مہتمم جامعہ رحمانیہ اڈا لاریاں فاروق آباد ضلع شیخوپورہ کی خصوصی دعوت پر کانفرنس میں شرکت کی۔ اس موقع پر حافظ صاحب کے ہمراہ محمود مرزا جہلمی صاحب بھی تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا

تحریر: محمود مرزا جہلمی چیف ایڈیٹر ہفت روزہ ''صدائے مسلم،، جہلم

جدید ترکیا کے بانی جناب مصطفیٰ کمال اتاترک کا اسلام کے بارے میں کیا رویہ تھا اور اس کی روشنی میں ترکیہ میں اسلام کی حیثیت کیا ہے۔ ہمارے علامہ اقبالؒ کے مقابلے میں مصطفیٰ کمال اتاترک نے ترکی کے اقتدار پر قبضہ کیا تو اولیں وار خلافت اسلامیہ پر کیا۔ خلافت اسلام جس کی بنیاد سیدنا ابوبکرؓ نے رکھی تھی۔ اتاترک اس کے خاتم کہلائے۔ مسلمانانِ ہند، انگریزوں کے غلام ہوتے ہوئے بھی ترکیا کی جغرافیائی سالمیت اور خلافت اسلام کے تحفظ کیلئے تحریک خلافت چلا رہے تھے۔ جیلیں بھر رہے تھے، نعرے لگا رہے تھے۔ مائیں اپنے بچوں کو خلافت بچانے کیلئے درس شہادت دے رہی تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی کی والدہ کا یہ پیغام تھا:

بولی مائی محمد علی کی　　　　بیٹا! جاں خلافت پہ دے دینا

ادھر یہ کیفیت تھی کہ اطراف واکناف ہندوستان میں شہادت کے رجز گائے جا رہے تھے اور ادھر اتاترک نے خلیفہ کو معزول کر کے خلافت کا خاتمہ کر دیا جس پر اقبال نے یہ نوحہ خوانی کی۔

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا　　　　سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اتاترک کے خیال میں ترکیا کی خستہ حالی کی وجہ اسلامی شعائر تھے۔ جبکہ اقبال اور جناح کے نزدیک اس خستہ حالی کی وجہ اسلام اور اسلامی شعائر سے دوری تھی۔ اتاترک کے نزدیک ترقی کا راز عریانی میں تھا اور یورپ کی ترقی اس وجہ سے تھی کہ وہاں کی لیڈیز پردہ چھوڑ، سر سے لباس کے تکلف سے آزاد ہو کر مردوں کے دوش بدوش کام کرنے لگی تھیں۔ اقبال نوجوانانِ اسلام کو اپنا شاندار ماضی یاد دلا کر، انھیں اسی ماضی کو حیات نو دینے کی دعوت دیتے ہیں۔

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے　　　　وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا؟

اس بعد المشرقین اور اختلاف قطبین کو دیکھیں اور بتائیں اقبال اور اتاترک یا جناح اور اتاترک کے درمیان کوئی مماثلت تھی؟ اتاترک نے عربی رسم الخط کو مٹایا اور اس کی جگہ رومن حروف تہجی کو رواج دیا۔ ان کے نزدیک عربی رسم الخط میں لکھنا مشکل اور سست ہوتا ہے جبکہ رومن رسم الخط میں لکھنا آسان اور تیز رفتار ہوتا ہے اور یہی سرعت تحریر یورپ کی ترقی کا باعث ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ رسم الخط ہر تہذیب کی جان ہوتی ہے۔ عربی رسم الخط کی بندش سے عربی زبان اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سازی کرتی ہے۔ البتہ موجودہ حکومت اسلام کی طرف کچھ کچھ میلان رکھتی ہے مگر فوج نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ رضا شاہ پہلوی کا ایران اور اتاترک کا ترکیہ اسرائیل کو تسلیم کرتے تھے۔ ایران کی موجودہ حکومت نے اسرائیل سے سفارتی تعلقات توڑ لئے ہیں مگر ترکیہ بدستور اسرائیل کو تسلیم کرتا ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اب تو مصر اور اردن بھی اسرائیل کو تسلیم کرتے ہیں مگر یہ حالات کا جبر ہے جبکہ ترکیہ اپنی سیکولر پالیسی کے تحت ایسا کرتا ہے۔

پاکستان میں اسلام ایک زندہ وزوردار قوت اور ریاست کا مذہب ہے جبکہ ترکیہ میں ایسا نہیں ہے۔ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ اگر نماز روزے کی اجازت ہے تو اسلام موجود ہے۔ لیکن اسلام پبلک کی زندگی میں صرف ایک نظام عبادت کے طور پر قناعت نہیں کرتا بلکہ اپنے تئیں فرد اور ریاست پر حکمران دیکھنا چاہتا ہے۔ مولانا روم کی قبر پر رقصِ درویش ہوتا دیکھ کر خانقاہی فکر کی تسکین تو ہو جاتی ہے لیکن جس ملک کی پارلیمنٹ میں مسلمان خاتون رکن سر پر دوپٹہ بھی نہ لے سکتی ہو وہاں کیسا اسلام ہوگا؟ اسلام خانقاہوں میں گوشہ گیری پر مطمئن نہیں ہوتا بلکہ تخت اقتدار پر متمکن ہو کر تمام شعوب حیات میں اپنی کارفرمائی دیکھنا چاہتا ہے اور یہ کیفیت ترکیہ میں موجود نہیں ہے۔

میں اب قائداعظم کے ایک پیغام کا ترجمہ پیش کرتا ہوں جو آپ نے 1944ء میں یوم اقبال پر جاری کیا:

''اگرچہ اقبال ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی لافانی شاعری، ہماری رہنمائی اور حوصلہ افزائی کیلئے ہمیشہ موجود ہے۔ آپ کی شاعری زبان کی شیرینی اور اپنے حسن صوری کے ساتھ ساتھ ہمارے سامنے اس عظیم شاعر کے دل و دماغ کی تصویر بھی رکھتی ہے اور ہمیں پتہ دیتی ہے کہ آپ اسلامی تعلیمات سے کس قدر گہری عقیدت رکھتے تھے۔ آپ رسول کریم ﷺ کے سچے اور وفادار پیروکار تھے اور اول و آخر صرف اور صرف مسلمان تھے۔ آپ اسلام کے ترجمان اور اسلام کی آواز تھے۔ اقبال محض مبلغ اور مفکر نہ تھے آپ جرأت و عمل، ثابت قدمی و خود انحصاری کے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اسلام سے محبت کے داعی تھے۔ آپ کی ذات میں ایک شاعر کی تخلیق پروری اور ایک ایسے انسان کی حقیقت پسندی جمع تھیں جو موجودات عالم پر عملیت پسندی کی نظر سے غور کرتا ہے آپ کے پیغام کا خلاصہ اللہ پر ایمان اور عمل پیہم ہے''۔

ہمارے محترم قارئین! اس پیغام کو دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ آیا ہمارے ان دو قائدین کا سیکولرازم سے بھی کوئی تعلق بنتا ہے؟ ہمارے قائداعظم نے اقبال کو اپنا فکری راہنما اس لئے تسلیم کیا تھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور اسلام سے بھرپور محبت تھی۔ ان دونوں میں سے کون بڑا مسلمان تھا، یہ فیصلہ آپ خود کرلیں اور پھر یہ فیصلہ بھی کریں کہ جب قائداعظم، اقبال کے تصورِ پاکستان میں رنگ بھرنے کی جدوجہد کا تاریخی کارنامہ سرانجام دے رہے تھے تو کیا ان کی فکر اسلام کے آب حیات کی جگہ کسی دوسرے ازم کے چشمہ سے بھی سیراب ہو سکتی تھی؟ جناب زیڈ۔ اے بھٹو مرحوم نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے سوشلزم کے جواز کیلئے قائداعظم کی تقاریر میں سے کہیں لفظ سوشلزم بھی نکال لیا۔ بھٹو مرحوم بڑے ذہین شخص تھے وہ ہرگز سوشلسٹ یا کیمونسٹ نہ تھے بلکہ ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ وہ براعظم ایشیا کے بہت بڑے جاگیردار تھے۔ میں ایک طویل جملہ معترضہ لانے پر مجبور ہوں کہ بھٹو مرحوم نے پاکستان کے کیمونسٹ حلقہ کی حمایت حاصل کرنے کیلئے یہ نعرہ بلند کیا تھا اور انڈسٹری اس لئے قومی تحویل میں لی تھی کہ صنعت کاروں کی بڑھتی ہوئی معاشی قوت، جاگیرداروں کے اقتدار کیلئے خطرہ تھی۔ قائداعظم نے اپنی انگریزی تقریروں میں یہ لفظ برتا تھا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ سوشلزم، کیمونزم کی اصطلاح سے ایک الگ لغوی مفہوم بھی رکھتا ہے اور وہ اجتماعیت ہے اور اسلام جماعت کا داعی ہے اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے انگریزی زبان میں یہی ایک لفظ ہے۔ اسی طرح اسلام سماجی انصاف کا علمبردار ہے اور انگریزی میں اس کا متبادل سوشل جسٹس ہے۔ قائداعظم نے یہ الفاظ، کیمونزم کی ایک اصطلاح کے طور پر نہیں بلکہ اسلام کی اجتماعی بھلائی اور سماجی انصاف کی تعلیم کو بیان کرنے کیلئے لغوی طور پر برتے تھے۔

قائداعظم نے اقبال کے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان کی جنگ لڑی۔ یہ دوقومی نظریہ ہی تو تھا جس نے یورپ کے نیشنل ازم کو شکست دی تھی۔ فلاسفہ یورپ کے ہاں قوم کا ایک جغرافیائی وطن ہوتا ہے جبکہ اسلام آفاقیت کا نظریہ پیش کرتا ہے اور ملت ابراہیمی کو جغرافیائی حدود سے نکال کر عالم گیر حیثیت دیتا ہے اور ایک کلمہ گو جو کرۂ ارض کے کسی بھی جغرافیائی خطے میں رہتا ہو ملت ابراہیمی کا جزو ہے۔ اقبال نے ملت ابراہیمی کا یہ تصور سمجھا اور پیش کیا۔

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی

اقبالؒ نے یورپ کے نظریہ وطنیت کو مسترد کر کے ملت ابراہیمی کا نظریہ پیش کیا تو علمائے اسلام نے اس کو دل وجان سے قبول کیا ماسوائے ایک حقیرسی اقلیت کے جو کانگریس کے زیر اثر ''الاقوام من الاوطان'' کا فلسفہ پیش کرتی رہی۔ کیا اب بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ملت ابراہیمی کے اسلامی تصور پر پاکستان کی جنگ لڑنے والا جناح، سیکولر اتاترک کے مماثل تھا؟ جنرل ایوب خان نے اپنا آئین دیا تو ملک جمہوریہ پاکستان لکھا۔ لیکن انہیں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور بہت جلد آئینی ترمیم کے ذریعے 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' نام رکھنا پڑا۔ ہم نے یہ سب باتیں اس لئے لکھی ہیں کہ قارئین محترم جان سکیں اور حوالہ دے سکیں کہ اقبالؒ اور جناحؒ کا اتاترک سے کوئی فکری رشتہ نہ تھا۔ اسی طرح ترکیہ تجدد وغیرہ کے کسی حوالے سے پاکستان کا آئیڈیل نہ ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ ہمارا برادر ہے تو الحمدللہ! ہم اس کے اور وہ ہمارا سپورٹر ہے۔ اتفاق سے ہماری ہی طرح وہ بھی امریکی کیمپ میں ہے۔ وہ کشمیر میں ہمارے موقف کا حامی ہے اور قبرص کے مسئلہ پر ہم اس کے مؤید ہیں۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں اس نے ہماری مدد کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترکیا نے اتاترک اور جنرل عصمت انونو کے مشترکہ دور میں کچھ مادی ترقی بھی پائی۔ لیکن یہ ترقی ان کی معیشت کو بین الاقوامی مہاجنی اداروں کے سودی قرضوں سے نجات نہ دلا سکی۔ ہماری ہی طرح اس کا بال بال قرضوں میں بندھا ہوا ہے۔ اس کی سرزمین پر امریکی اڈے موجود ہیں اور ہمارے اڈے بھی امریکہ حسب خواہش استعمال کر لیتا ہے۔ یعنی اتاترک کا یہ خیال باطل، باطل ہی رہا کہ اسلام کو چھوڑ کر ترقی ممکن ہے۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ یورپ اسے یورپی یونین میں بھی شامل نہیں کرتا حالانکہ ان بے چاروں نے یورپی طرز حیات ان کی دیکھا دیکھی اپنایا تھا۔

ے خدا ہی ملا، نہ وصال صنم

روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمان اپنے لئے حضور اقدس ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدین کے ادوار کو ہی اپنے لئے قابل حجت مانتے ہیں۔ اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا آئیڈیل ترکیہ کا اتاترکی برانڈ اسلام ہے۔ ہمارا آئیڈیل وہ اسلام ہے جس میں زکوۃ دینے والے، زکوۃ لینے والوں کو ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ ہمارا آئیڈیل وہ اسلام ہے جو قیصر وکسریٰ سے خراج لیتا تھا۔ ہمارا اسلام وہ ہے جو محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ فتح کراتا تھا۔ ہمارا آئیڈیل وہ اسلام ہے جو محمود کے ہاتھوں سومنات کی تسخیر کراتا تھا۔ مسلمانوں کے کم ہمت حکمرانوں کا معذرت خواہانہ انداز، اسلام کا انداز نہیں ہے اسلام باطل کو للکارتا ہے، اس سے ٹکراتا ہے، اسے مٹاتا اور بھگاتا ہے۔ فکر کے زاویے بدل جائیں تو حقائق بدل نہیں جایا کرتے۔ آرام وآسائش دنیوی سے ہاتھ اٹھانا پڑتا ہے اور جان ومال اور اولاد پیش کر کے اللہ سے جنت کا سودا کرنا پڑتا ہے۔

ے شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی!!

پردہ کے بارے میں جناب اتاترک کی انقرہ کے چوک میں برقعہ سوزی واقعاتی طور پر ہی ہولناک نہ ہے بلکہ اسلامی شعائر کے حق میں ان کی تحقیر وتذلیل کی پالیسی کی بھی مظہر ہے۔ پردۂ اسلام، اس وقت میرا موضوع نہ ہے، ورنہ میں ثابت کر دیتا کہ دنیائے اسلام کی وہ خواتین جو اسے ترک کر چکی ہیں اپنی بے پردگی پر اب شرمندہ ہیں اور ان کی بیٹیاں برقعہ پوش ہیں۔ پاکستان میں بسنے والی عیسائی خواتین پر اگر برقعہ نہیں تو دوپٹہ ضرور ہوتا ہے۔ اب ہم اپنے قائد محترم سے متعلق، پردہ کے سلسلے میں، ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

پروفیسر مسعود الحسن اپنی کتاب Anecdotes of Quaid-i-Azam میں لکھتے ہیں (ترجمہ):

''نومبر 1947ء میں قائداعظم لاہور میں تھے۔ آپ ذاتی طور پر مہاجرین کی آبادکاری کے کام کی نگرانی کر رہے تھے ایک دن قائداعظم کو لڑکیوں کے ایک کالج میں تشریف لانے کی دعوت دی گئی۔ کالج کی طالبات اور پروفیسرز (خواتین) نے آپ سے پردہ نہ کیا اور آپ نے ان سے خطاب فرمایا۔ جب واپس گورنمنٹ ہاؤس میں تشریف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لائے تو قائداعظم نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا کہ مستورات نے ان سے پردہ کیوں نہ کیا؟ محترمہ فاطمہ جناح نے کہا ''ایسا اس لئے ہوا کہ وہ آپ کو بوڑھا آدمی تصور کرتی تھیں'' جناب لیاقت علی خان نے کہا ''ایسا اس لئے ہوا کہ وہ آپ کو اپنا باپ تصور کرتی تھیں''۔ لیاقت علی کے جواب پر آپ نے فرمایا ''ہاں آپ کے جواب میں معقولیت ہے''۔

قائداعظم کیلئے یہ بات بڑی عجیب تھی کہ مسلم خواتین پردہ نہ کریں۔ وہ اسلام کے پردہ کا ترک سوچ بھی نہ سکتے تھے وہ یہ بھی نہ مان سکتے تھے کہ مسلمان خواتین کسی بوڑھے آدمی کے سامنے بھی بے حجابانہ آسکتی تھیں۔ ان کا ضمیر صرف اس وقت مطمئن ہوا جب ان کو باپ کی حیثیت دی گئی۔ کیا جناح کو اس واقعہ کے بعد بھی برقعہ سوز اتاترک سے نسبت دی جاسکتی ہے؟ ہم یہ تو مانتے اور جانتے ہیں کہ مسلمانانِ عالم میں اسلامی اعمال کے سلسلے میں کئی کمزوریاں رونما ہو چکی ہیں اور ان کی معاشرتی اقدار پر مغربی تہذیب کی عریانی غالب آ رہی ہے لیکن اس بھاری نقصان کے باوجود ابھی ان کا سرمایہ اسلام معمور ہے۔ حجاز مقدس جیسے سرزمین نبی کہتے ہیں، وہاں آج بھی ڈھونڈنے کو کوئی عرب خاتون بازاروں میں نہیں ملتی۔ حج کے بعد کوئی دو ماہ تک عمرہ کا ویزہ بند رہتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس وقفہ میں سعودی بازار وجود زن سے خالی رہتے ہیں۔ جس سے ثابت ہے کہ سعودی خواتین ﴿وقرن في بيوتكن﴾ کے قرآنی حکم پردہ اور قرار خانہ پر عمل پیرا ہیں۔ پاکستان کے شہری حلقوں میں پردہ کی رسم کمزور ہو رہی ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کمزوری کو قبول کر لیا گیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ خود خواتین کے حلقوں میں اس بے قاعدگی کا نوٹس لیا جاتا ہے اور شمع محفل قسم کی لڑکیوں کے رشتے کوئی نہیں طلب کرتا مائیں آج بھی اپنے بیٹوں کیلئے ایسی لڑکیوں کی تلاش کرتی ہیں جو حریم خانہ کے اندر رہ کر گرہستی کے فرائض انجام دیں اور خاندان کیلئے کسی ندامت کا باعث نہ بنیں۔ دیہات کا تو معاملہ ہی الگ ہے۔ ان میں زیادہ تر ایک ہی مورث اعلیٰ کی اولاد آباد ہوتی ہے اور گاؤں ان کنبوں کا بڑا گھرانہ ہوتا ہے مگر کیا مجال محرم کے سوا کوئی دوسرا شخص گھر کی دہلیز پار کرے۔ کاشتکار اور زمیندار معاشرت کے کچھ اپنے تقاضے ہوتے ہیں لیکن کیا مجال جو کوئی شخص معاشرتی حدود و قیود کو توڑ سکے۔ دیہی مسلم خواتین اپنی حیاداری کا اس قدر تحفظ کرتی ہیں کہ اگر سامنے سے بس آتی ہو تو سڑک کی جانب پشت کر کے کھڑی ہو جاتی ہیں تا آنکہ بس گزر جائے۔ اس لئے یہ خیال باطل ہے کہ پاکستان کا آئیڈیل اسلام کا اتاترکی برانڈ بھی ہو سکتا ہے یا اقبال و جناح، اتاترک کے مثیل تھے۔

الحمدللہ پاکستان کلمہ گویانِ محمد ﷺ کا وطن ہے، اعمال کے لحاظ سے کوئی بھی معاشرہ ایک درجہ پر نہیں ہو سکتا۔ صالحین اور مذنبین ساتھ ساتھ چلتے ہیں مگر مذنبین اپنی کوتاہی عمل پر شرمندہ رہتے ہیں اور دعوت و تبلیغ کے سامنے سرفگندہ ہوتے ہیں۔ البتہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو عملاً اسلام سے بیزار ہیں اور دعوت و تبلیغ کے مقابلے میں خودسری کرتے ہیں اور کہتے ہیں انھیں اپنی مسلمانی پر کسی سے سرٹیفکیٹ نہیں درکار ہے اور اسلام فرد اور اللہ تعالیٰ کا پرائیوٹ معاملہ ہے۔ ہم ان بھائیوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یہ پالیسی اصلاح کی طالب ہے۔علمائے اسلام کے پاس کوئی ایسی فائل ادائے سرٹیفکیٹ نہیں ہے جس میں سے وہ کسی کی مسلمانی کا سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہوں۔ہم سب کی مسلمانی کا سرٹیفکیٹ اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شامل کر دیا ہوا ہے اور وہ ہے قرآن مجید کی آیت اِستخلاف! اس میں مومنین سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہیں دنیا میں خلافت، اسلام کو تمکنت اور مسلمانوں کو خوف سے نجات دے گا اب ہر آدمی خود فیصلہ کرلے کہ ہم کسی سے ڈرتے ہیں یا نہیں؟ اگر ڈرتے ہیں تو ہماری مسلمانی پر سرٹیفکیٹ ملنا ابھی باقی ہے۔کیا افغانستان، کشمیر، فلسطین، کوسوو چیچنیا اور بھارت میں مسلمان خوف یا امن کی زندگی گزار رہے ہیں؟ کیا مسلمان حکمران امریکہ کے ماتحت ہیں یا آزاد ہیں؟

مذہب کا، فرد اور اس کے اللہ کے درمیان پرائیویٹ معاملہ ہونے کا نظریہ بھی یورپی اور گمراہ کن ہے۔اسلام بندے اور اللہ کے درمیان پرائیویٹ معاملہ نہ ہے۔اگر ایسا ہوتا تو اسلام فرد پر اپنے قوانین نافذ نہ کرتا۔اسلام مسلمان کی پوری معاشرتی زندگی کو کنٹرول کرتا ہے۔مثلاً مسلمان روزہ نہ رکھے تو ریاست اس سے روزہ رکھوائے گی۔نماز نہ پڑھے تو ریاست اس سے نماز پڑھوائے گی۔زکوۃ نہ دے تو ریاست اس سے اسی طرح بزور شمشیر وصول کرے گی جس طرح سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد کیا تھا۔اگر مذکر و مونث باہمی رضامندی سے بدکاری کریں گے تو ریاست اس لئے حد جاری کرنے سے باز نہیں رہے گی کہ یہ دو افراد کا پرائیویٹ معاملہ ہے۔یہ تو ایسے معاملات ہیں جو واقعی اللہ اور بندے کے درمیان ہیں لیکن اسلام یہاں بھی بندے کو من مانی کرنے کیلئے آزاد نہیں چھوڑ دیتا۔انھیں آپ حقوق اللہ کا باب سمجھ لیں۔حقوق العباد کے سلسلے میں سب سے پہلا حق مساوات کا ہے۔پھر قصاص کا ہے ''وعلی ھذا القیاس'' بتائیں، اسلام قتل عمد کی سزا تجویز کرتا ہے تو کیا کوئی مسلمان قتل کرنے کے بعد یہ دلیل بھی پکڑ سکتا ہے کہ وہ مسلمان بھی ہے مگر اسلام کے احکام کا نفاذ اس پر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ معاملہ اس کے اور اللہ کے درمیان پرائیویٹ ہے۔یہ تصور بالکل جاہلانہ ہے۔اسے تو کوئی دنیوی ریاست بھی تسلیم نہیں کرتی کہ ملکی قوانین جنہیں تسلیم کر کے کسی فرد نے ریاست کی شہریت قبول کی تھی، ان کے نفاذ کے وقت شہری یہ کہہ دے کہ ملکی قوانین اور اس کا معاملہ پرائیویٹ ہے۔

اس پرائیویٹ نظریہ کی کوئی عقلی بنیاد نہ ہے۔یورپی معاشروں میں یہ نظریہ واقعی چل رہا ہے مگر ریاستی امور اور قوانین کے سلسلے میں کوئی شہری یہ پرائیویٹ نظریہ نہیں اپنا سکتا۔ہاں چرچ جائے یا نہ جائے۔عیسائیت کے مذہبی احکام توڑے تو توڑتا رہے۔ریاست نے اسے یہاں آزاد چھوڑ دیا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں لی جا سکتی کہ واقعی مذہب فرد اور اللہ کے درمیان پرائیویٹ معاملہ ہے۔جو مسلمان اس نظریہ کے حامل ہیں انھیں اس سے رجوع واجب ہے۔اعمال میں کوتاہی تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بخش دیں گے لیکن عقیدے اور نظریے کی خامی ناقابل معافی جرم ہے۔اسلامی تعلیمات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے دوری کی وجہ سے بعض جدید تعلیم یافتہ اصحاب، اس قسم کی بے سروپا باتیں کرتے رہتے ہیں مثلاً یہ کہہ دیا کہ پردہ دل کا ہوتا ہے۔ یہ بات جزوی طور پر درست ہوسکتی ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر کوئی خاتون برقعہ تو پہنتی ہے مگر اس کے دل ونگاہ مسلمان نہیں ہیں تو واقعی اس کا برقعہ بے سود ہے۔ اب اس صورت کو الٹ دیں کہ ایک عفیفہ دل ونگاہ کی طہارت تو رکھتی ہے لیکن اپنے سروپا کو چادر یا برقعہ سے مستور نہیں کرتی تو اس کی طہارت دل ونگاہ، اسے عنداللہ بری نہیں کردے گی۔ کیونکہ اس کی بے حجاب زینت مردوں کے دل ونگاہ کی طہارت کیلئے فتنہ ہوسکتی ہے دوسرے وہ پردہ کرنے کا قرآنی حکم توڑتی ہے۔

ایک عام خلط مبحث یہ کیا جاتا ہے کہ عورتوں کو گھر کی چاردیواری سے باہر نکل کر نوکری بھی کرنا چاہیے یا نہیں؟ یہ بحث ہی سرے سے غیر ضروری ہے۔ ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ کے دور مسعود کی مثالیں موجود ہیں کہ مسلمان خواتین جنگوں میں مجاہدین کی سقائی کرتی تھیں اور زخمیوں کو پہلی طبی امداد بھی دیتی تھیں۔ روح پردہ عورت کو قیدی بنانا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ معاشرہ اس حد تک پاکیزہ ہوجائے کہ عورت اپنے مخصوص دوائر زندگانی میں اپنی عصمت وعفت کی پوری پردہ داری کے ساتھ آزادی سے کام کرسکے اور عملاً ایسا ہورہا ہے۔ خواتین ہماری دیہی معاشرت ومعیشت میں اسلامی پردے کے سارے تقاضے نباہ رہی ہیں۔ معلمات، لیڈی ڈاکٹرز اور نرسیں نوکریاں کررہی ہیں۔ البتہ اسلام یہ اجازت نہیں دیتا کہ مرد وزن مخلوط طور پر کوئی کام کریں اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ امریکی، یورپی، جاپانی اور چینی ترقی عورتوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سائنسی اور مشینی علوم وفنون میں مہارت کی وجہ سے ہے۔ اسلام ایسی آزادی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا جس کے نتیجے میں جنسی بے قاعدگی جنم لیتی ہو۔ جدید طبقہ کو بھی اب یہ احساس ہوچلا ہے کہ نری معاشی ترقی ہی کمالِ انسانیت نہیں ہے بلکہ سیرت و کردار کی طہارت بھی لازمی ہے۔ انسان اور حیوان کے درمیان یہی تو ایک فرق ہے۔ پاکستان کے بہت سے کنبے اب یورپ اور امریکہ میں آباد ہوگئے ہیں لیکن الحمدللہ ان میں اکثریت نے اپنے اسلامی عقائد واعمال اور مشرقی بودوباش کا رنگ برقرار رکھا ہوا ہے۔ جتنے باریش مسلمان یہاں ہیں، اتنے ہی وہاں بھی موجود ہیں جبکہ ترکی میں باریش مسلمان ڈھونڈنے سے ہی ملتا ہے۔ ترکیہ گزشتہ پوری صدی میں اسلام اور اسلامی علوم پر کوئی تصنیف نہیں کرسکا۔ اس لئے اتاترک کی اسلام کا برانڈ ،ہمارے محمدی اسلام کیلئے ہرگز ہرگز کوئی قابل تقلید نمونہ نہیں ہے۔ ''والحمدللہ رب العالمین''۔

قاری عبدالرحمٰن شاکر وعکاشہ مدنی کو صدمہ

مورخہ یکم مارچ بروز بدھ قاری عبدالرحمٰن شاکر جو کہ جامع مسجد مبارک اہل حدیث کے امام ومدرس ہیں ان کے بڑے بھائی اور عکاشہ مدنی کے ماموں حافظ عبداللہ شاکر جو کہ عرصہ دراز سے بیمار تھے وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مرحوم کی نماز جنازہ گوجرانوالہ میں مدیر الجامعہ حافظ احمد حقیق صاحب نے پڑھائی۔ جامعہ سے بڑی تعداد میں اساتذہ اور طلبہ نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور ان کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت کیا۔

© rasailojaraid.com